۵

اور پاکستان بن گیا

خدیجہ مستور (۱۹۲۷ء۔۱۹۸۲ء)

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- متن پڑھ کر خیالات، آرا اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے اس پر تبصرہ و تجزیہ کر سکیں۔
- تحریری سرگرمیوں میں الفاظ کے درست املا کا خیال رکھتے ہوئے تحریری کام پر نظرِ ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کر سکیں۔
- مختلف تحاریر پڑھ کر ان میں عالمی مسائل کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کے حل کی تجاویز پیش کر سکیں۔
- مختلف اصناف ادب (منظوم و منثور) کی ڈرامائی تشکیل کر سکیں۔
- درخواست/رسمی و غیر رسمی خطوط، دعوت نامے، تہنیت نامے کی تحریری یا برقی (ای میل) کی تشکیل کر سکیں۔
- حروف فجائیہ (تحریر و تقریر میں تاثر دینے والے الفاظ (تحسین، نفرین، تاسف، انبساط، استعجاب، تہنیت، تمنا اور قسم) کی نشان دہی اور استعمال کر سکیں۔
- علاماتِ اوقاف (استعجابیہ، استفہامیہ، تفصیلیہ، رابطہ، ترچھا خط، علامت شعر، علامت تخلص، علامت مصرعہ) کو پہچان کر درست استعمال کر سکیں۔

ناول کا پس منظر:

خدیجہ مستور کا آنگن اردو کا ایک سیاسی ناول ہے اس کی کہانی تحریک پاکستان سے قیامِ پاکستان تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں براہ راست سیاست کو پیش نہیں کیا گیا البتہ یوپی کے ایک مسلمان خاندان پر اس عہد کی سیاست کے اثرات بیان کیے گئے ہیں اور یہ سب کچھ گھر کے آنگن میں پیش آتا ہے۔ آنگن صرف ایک گھر کا آنگن نہیں بلکہ پورے معاشرے کا آنگن ہے۔ ناول میں مسلمان اشرافیہ کے خاندانوں کی گھریلو زندگی کی جھلک، نسوانی طبقے کی جذباتی زندگی اور دوسرے کرداروں کی نفسیات کو مہارت سے پیش کیا گیا ہے۔

کردار

عالیہ: ناول کا مرکزی کردار ہے اور ساری کہانی عالیہ کے گرد گھومتی ہے۔

بڑی چچی: ہمدرد اور مہربان خاتون بڑے چچا کی بیوی

بڑے چچا: عالیہ کے چچا ایک مہربان شخص اور سچے کانگریسی کارکن

اماں: عالیہ کی مغرور ماں

جمیل: بڑے چچا کا بیٹا۔ ایک مسلم لیگی کارکن

کریمن بوا: پرانی ملازمہ

اسرار میاں: بڑے چچا کے سوتیلے بھائی ایک قابلِ رحم کردار

پاکستان بن گیا۔ لیگی راہ نما کراچی دار الحکومت جا چکے تھے۔ مشرقی پنجاب میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ بڑے چچا اس صدمے سے جیسے نڈھال ہو گئے تھے۔ بیٹھک میں بیماروں کی طرح وہ ہر ایک سے پوچھتے رہتے "یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیا ہو گیا ہے"؟

www.ilmkidunya.com

جب وہ یہ سب کچھ عالیہ سے پوچھتے تو وہ ان کا سر سہلانے لگتی۔ ''بڑے چچا آپ آرام کیجیے، آپ تھک گئے ہیں بڑے چچا۔'' اور بڑے چچا اس طرح آنکھیں بند کر لیتے جیسے خون کی ندی ان کی آنکھوں کے سامنے بہ رہی ہو۔

کریمن بوا فساد کی خبریں سن سن کر ٹھنڈی آہیں بھرا کرتیں۔ اپنے شہر میں فساد تو نہ ہوا تھا مگر سب کی جانوں پر بنی رہتی پتا نہیں کب کیا ہو جائے؟

''کہاں ہو گا میرا شکیل''، بمبئی میں فساد کی خبر سن کر بڑی چچی بلکنے لگیں۔

''تمھارا پاکستان بن گیا جمیل، تمھارے ابا کا ملک بھی آزاد ہو گیا، پر میرے شکیل کو اب کون لائے گا؟''

''سب ٹھیک ہو جائے گا اماں، وہ خیریت سے ہو گا۔ یہ فساد وساد تو چار دن میں ختم ہو جائیں گے''۔ جمیل بھیا ان کو سمجھاتے مگر ان کا چہرہ فق رہتا۔

شام سب لوگ خاموش بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ ماموں کا خط آ گیا۔ انھوں نے اماں کو لکھا تھا کہ انھوں نے اپنی خدمات پاکستان کے لیے وقف کر دی ہیں اور وہ جلد ہی جا رہے ہیں۔ ''اگر آپ لوگوں کو چلنا ہو تو فوراً جواب دیجیے اور تیار رہیے۔''

بس ابھی تار دے دو جمیل میاں، ہماری تیاری میں کیا لگے گا، ہم تو بس تیار بیٹھے ہیں۔ ''اپنا بھائی ہے بھلا ہمیں اکیلا چھوڑ کر جا سکتا ہے'' مارے خوشی کے اماں کا منہ سرخ ہو رہا تھا۔

جمیل بھیا نے اس طرح گھبرا کر سب کی طرف دیکھا جیسے فسادی ان کے دروازے پر پہنچ گئے ہوں ''مگر آپ کیوں جائیں گی چھوٹی چچی'' آپ یہاں محفوظ ہیں۔ میں آپ کے لیے اپنی جان دے دوں گا۔'' انھوں نے آج بڑی مدت بعد عالیہ کی طرف دیکھا، کیسی سفارشی نظریں تھیں مگر عالیہ نے اپنی آنکھیں جھکا لیں۔

''میں نہ جاؤں تو کیا ہندوؤں کے گھر میں رہوں، پاکستان میں اپنوں کی تو حکومت ہو گی، پھر میں اپنے بھائی کو چھوڑ کر ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتی، واہ۔'' مارے خوشی کے اماں سے نچلا نہ بیٹھا جا رہا تھا۔

''عالیہ جانے پر راضی نہیں ہو گی چھوٹی چچی، وہ نہیں جائے گی، وہ جا ہی نہیں سکتی۔'' جمیل بھیا نے جیسے نیم دیوانگی کے عالم میں کہا۔

''تم اچھے حق دار آ گئے، کون نہیں جائے گا۔'' اماں ایک دم بپھر اٹھیں۔ ''تم ہوتے کون ہو روکنے والے؟''

''ضرور جائیے چھوٹی چچی''۔ جمیل بھیا نے سر جھکا دیا اور عالیہ کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ نہیں جا سکتی۔ صدیاں گزر جائیں گی مگر وہ یہاں سے ہل بھی نہ سکے گی۔

''میں ابھی تار کیے دیتا ہوں کہ سب تیار ہیں''۔ جمیل بھیا اٹھ کر باہر چلے گئے۔

عالیہ کا جی چاہا کہ وہ چیخ چیخ کر اعلان کرے کہ وہ نہیں جائے گی، وہ نہیں جا سکتی، اسے کوئی نہیں لے جا سکتا، مگر اس کے گلے میں تو سیکڑوں کانٹے چبھ رہے تھے، وہ ایک لفظ بھی نہ بول سکی، اس نے ہر طرف دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں مگر وہ کیوں رکے، کس لیے، کس کے لیے، اس نے سوچا اور پھر جیسے بڑے سکون سے چھالیہ کاٹنے لگی۔ عالیہ بیگم اگر تم رہ گئیں تو ہمیشہ کے لیے دلدل میں پھنس جاؤ گی۔

''کریمن بوا!! اگر سب لوگ چائے پی چکے ہوں تو۔۔۔'' اسرار میاں نے بیٹھک سے آواز لگائی اور کریمن بوا، آج تو ڈائنوں کی طرح چیخنے لگیں۔۔۔ ''ارے کوئی تو اس اسرار میاں کو بھی پاکستان بھیج دو۔ سب چلے گئے، سب چلے جائیں گے مگر یہ کہیں نہیں جاتا''۔

بیٹھک میں اسرار میاں کے کھانسنے کی آواز آئی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

''کیا تم سچ مچ چلی جاؤ گی چھوٹی دلہن؟'' بڑی دیر تک چپ رہنے کے بعد بڑی چچی نے پوچھا۔

''ظاہر ہے کہ چلی جاؤں گی''۔ اماں نے رکھائی سے جواب دیا۔

''یہ گھر تمھارا ہے چھوٹی دلہن، مجھے اکیلے نہ چھوڑو''۔ بڑی چچی نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں بند کر لیں، شاید وہ تنہائی کے بھوت سے ڈر رہی تھیں۔

www.ilmkidunya.com

عالیہ جیسے پناہ ڈھونڈنے کے لیے اوپر بھاگ گئی۔ دھوپ پیلی پڑ کر سامنے کے مکان کی اونچی دیوار پر چڑھ گئی تھی۔ ہائی اسکول کے احاطے میں بسیرا لینے والے پرند مسلسل شور مچائے جا رہے تھے۔

کھلی فضا میں آ کر اس نے اطمینان کی سانس لی اور مسافروں کی طرح ٹہل ٹہل کر سوچنے لگی کہ اب آگے کیا ہو گا، شاید اچھا ہی ہو، وہ یہاں سے جا کر ضرور خوش رہے گی۔

جب وہ نیچے اتری تو سب اپنے اپنے خیالوں میں مگن بیٹھے تھے، صرف کریمن بوا جانے کس بات پر بڑبڑا رہی تھیں اور پُھرتی سے روٹیاں پکاتی جا رہی تھیں۔ جمیل بھیا کہاں گئے، اب تک کیوں نہیں آئے، عالیہ نے سونی کرسی کی طرف دیکھا۔ جانے یہ سرپھرا آدمی اسے یاد کرے گا یا بھول جائے گا۔ اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

لالٹین کی بتی خراب تھی اس لیے اس میں سے دو لویں اٹھ رہی تھیں اور ایک طرف سے چمنی سیاہ ہو گئی تھی۔ مدھم روشنی میں اماں، بڑی چچی اور کریمن بوا کے چہرے بگڑے بگڑے لگ رہے تھے۔

جمیل بھیا گھر میں داخل ہوئے اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ ''میں تار کر آیا ہوں چھوٹی چچی''۔ انھوں نے دھیرے سے کہا۔

''تم اتنی دیر تک باہر نہ رہا کرو شام سے گھر آ جایا کرو، جانے کب یہاں بھی گڑبڑ ہو جائے''۔ بڑی چچی نے کہا۔

''رہنا تو پڑتا ہے، مسلمان ڈرے ہوئے ہیں، انھیں سمجھانا ہے کہ وہ یہاں ڈٹ کر رہیں اور یہاں کی فضا کو پرامن رکھیں، گھر میں بیٹھ کر تو کام نہ چلے گا۔''

''توبہ اب ملک آزاد ہو گیا تو یہ کام شروع ہو گئے، خیر مجھے کیا، تم نے تار پر پتا ٹھیک لکھا تھا نا؟ اماں نے پوچھا۔ ''آپ اطمینان رکھیں، پتا ٹھیک تھا۔''

''خیر سے ہم تو پاکستان جا رہے ہیں، مگر اب تم اپنے گھر کی فکر کرو جمیل میاں، کیا بری حالت ہو چکی ہے، اپنی ماں کی طرف بھی دیکھو''۔ اماں نے ہمدردی سے بڑی چچی کی طرف دیکھا۔

''کون جا رہا ہے پاکستان؟'' بڑے چچا نے صحن میں قدم رکھتے ہی بوکھلا کر پوچھا۔ انھوں نے اماں کی باتیں سن لی تھیں۔

''میں اور عالیہ جائیں گے، اور کسے جانا ہے''۔ اماں نے تڑاخ سے جواب دیا۔

''کوئی نہیں جا سکتا، میری اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں نکال سکتا، کس لیے جاؤ گے پاکستان؟ یہ ہمارا ملک ہے، ہم نے قربانیاں دی ہیں اور اب ہم اسے چھوڑ کر چلے جائیں؟ اب تو ہمارے عیش کرنے کا وقت آ رہا ہے''۔ بڑے چچا سخت جوش میں تھے۔

''ماشاءاللہ آپ بڑے حق دار بن گئے، نہ کھلانے کے نہ پلانے کے، کون سا دکھ تھا جو یہاں آ کر نہیں جھیلا، میرے شوہر کو بھی آپ ہی نے چھین لیا، آپ ہی نے انھیں مار ڈالا۔ میری لڑکی کو یتیم کر دیا اور اب حق جتا رہے ہیں۔'' مارے غصے کے اماں کی آواز کانپ رہی تھی۔

''کریمن بوا! میرا کھانا بیٹھک میں بھجوا دو''۔ بڑے چچا سر جھکا کر بیٹھک میں چلے گئے۔

''کیا آپ چلنے سے پہلے بڑے چچا کو یہی بدلہ دینا چاہتی ہیں؟ بڑے چچا نے کسی کو تباہ نہیں کیا، بڑے چچا نے کسی کو دعوت نہیں دی تھی کہ آؤ اور میرا ساتھ دو۔ آپ آج اچھی طرح سن لیں کہ مجھے بڑے چچا سے اتنی ہی محبت ہے جتنی ابا سے تھی۔'' عالیہ نے کھانا چھوڑ دیا اور ہاتھ دھو کر بیٹھک میں چلی گئی، اماں کیا کہتی رہ گئیں اس نے ذرا بھی نہ سنا۔

''کیا تم سچ مچ جا رہی ہو۔ بٹی؟''

''ہاں بڑے چچا، اماں جو تیار ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''بڑے چچا میں تو اماں کا واحد سہارا ہوں، میں انھیں کس طرح چھوڑ دوں، وہ ضرور جائیں گی مگر آپ کو نہیں معلوم کہ یہ گھر چھوڑ کر میں کس طرح تڑپوں گی، آپ۔۔۔ تو۔۔۔'' وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔

www.ilmkidunya.com

چھوٹی دلھن کو مجھ سے سخت نفرت ہے، ٹھیک ہے، میں نے تم لوگوں کے لیے کچھ بھی نہ کیا، مگر اب وقت آیا تھا کہ اس گھر میں پہلی سی شادمانی لوٹ آتی، مجھے بڑی اچھی ملازمت دی جا رہی ہے، پھر دکانوں کو چلانے کے لیے دس پندرہ ہزار کی امداد بھی ملنے کی توقع ہے، میں چھوٹی دلھن کی سب شکایتیں رفع کر دوں گا"۔۔۔انھوں نے عالیہ کو پیار سے تھپکا۔۔۔ "کیا گھر میں تیل ختم ہو گیا ہے؟ لالٹین کی روشنی مدھم ہوتی جا رہی ہے، اب ان شاء اللہ تھوڑے دنوں میں کنکشن بحال کرا لوں گا اور اب تم ایم اے میں داخلہ کیوں نہ لے لو۔ میرا خیال ہے کہ تم کو اگلے سال ضرور داخل کرا دوں۔"

عالیہ کا کلیجہ کٹ رہا تھا۔ آنسو پونچھ کر وہ خاموش بیٹھی رہی۔ جی ہی جی میں گھٹ رہی تھی مگر ایک لفظ بھی نہ بول سکی۔ خدا آپ کو سکھ دے بڑے چچا، خدا آپ کے سارے سہانے خواب پورے کرے۔۔۔ وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہی تھی۔ وہ بڑے چچا سے کس طرح کہتی کہ وہ تو یہاں سے خود بھاگ جانا چاہتی ہے۔

اسرار میاں بیٹھک میں داخل ہونے کے لیے پٹ کھول رہے تھے۔ عالیہ اٹھ کر صحن میں آ گئی۔

اماں اور بڑی چچی جانے کیا باتیں کر رہی تھیں۔ جمیل بھیا اب تک کرسی پر بیٹھے انگلیاں مروڑ رہے تھے۔ وہ ایک لمحے تک آنگن میں کھڑی رہی اور پھر اوپر چلی گئی۔

شبنم سے بھیگی ہوئی رات بڑی روشن ہو رہی تھی۔ چاند جیسے وسط آسمان پر چمک رہا تھا اور روز کی طرح آج بھی قریب کی کسی چھت پر گراموفون ریکارڈ بج رہے تھے۔ "تری گٹھڑی میں لاگا چور، مسافر جاگ ذرا"۔

وہ آہستہ آہستہ ٹہلنے لگی کیسی عجیب سی حالت ہو رہی تھی، جیسے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیت کسی نے چھین لی ہو۔ "کیا یہ میں ہوں؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا اور پھر اپنی آواز سن کر حیران رہ گئی۔۔۔ حد ہے دیوانگی کی، وہ کس سے پوچھ رہی تھی۔

ٹہلتے ٹہلتے وہ ایک بار مڑی تو جمیل بھیا بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑے تھے۔ وہ اور تیزی سے ٹہلنے لگی۔ اب یہ کیا کہنے آئے ہیں۔ انھوں نے اپنا وعدہ بھلا دیا۔

"کیا سچ مچ تم نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟" انھوں نے دھیرے سے پوچھا۔ "ہاں"! اس نے ٹہلتے ہوئے جواب دیا۔

"تم یہاں سے جا کر غلطی کرو گی۔ تم نے ایک بار کہا تھا نا کہ دور رہ کر یادیں بہت اذیت ناک ہو جاتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم وہاں خوش نہ رہو گی"۔

"میں ہر جگہ خوش رہوں گی۔ مگر آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھ سے کبھی کچھ نہ کہیں گے۔"

"میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

"کچھ نہیں۔"

"تم میری مقروض ہو، یاد رکھنا کہ تم کو یہ قرض چکانا ہو گا"۔ وہ جانے کے لیے مڑے۔ "تم خوش رہو گی نا؟" انھوں نے رک کر پوچھا۔

وہ چپ رہی۔ جمیل بھیا تھوڑی دیر کھڑے رہے اور پھر چلے گئے اور اس نے محسوس کیا کہ اس وقت وہ سب کچھ کھو بیٹھی ہے۔

بڑی دیر تک یوں ہی ٹہلنے کے بعد جب وہ تھک گئی تو چھمی کو خط لکھنے بیٹھ گئی۔ اسے یہاں سے جانے کی اطلاع دینی تھی۔

یہ رات پہاڑوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، کوئی اسے گزار دے۔ کوئی صبح ہونے کا پیغام سنا دے۔ اسے صبح ہونے کا انتظار ہے۔ صبح وہ چلی جائے گی اور اس کرب سے نجات حاصل کر لے گی۔

سب بول رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، پھر بھی کیسا سناٹا چھایا ہوا ہے۔ چاند کی کون سی تاریخ ہے۔ اب تک چاند نہیں نکلا۔ چھالیہ کاٹتے کاٹتے عالیہ نے سب کی طرف دیکھا جمیل بھیا سب کی باتوں سے بے نیاز اپنی کرسی پر بیٹھے ایک شعر گنگنائے جا رہے تھے:

مجھے اور زندگی دے کہ ہے داستاں ادھوری
مری موت سے نہ ہو گی مرے غم کی ترجمانی

جمیل بھیا آج سارا دن باہر نہیں نکلے تھے۔ آج ان کو فرصت ہی فرصت تھی۔ جیسے سارے کام ختم ہو گئے اور اب انھیں کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔

(آنگن)

خدیجہ مستور (۱۹۲۷ء۔ ۱۹۸۲ء)

خدیجہ مستور ۱۲ دسمبر ۱۹۲۷ء میں لکھنو کے ایک متوسط خاندان میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم لکھنو میں حاصل کی۔ ادبی ذوق انھیں ورثے میں ملا تھا۔ لہٰذا کم عمری میں ہی کہانیاں لکھنی شروع کر دیں۔ ابتدائی کہانیاں اس دور کے ادبی رسائل عالمگیر اور خیام وغیرہ میں شائع ہوئیں۔ ۱۹۵۰ء میں ان کی شادی مشہور ترقی پسند ادیب ظہیر بابر سے ہوئی اس طرح ترقی پسند تحریک اور ترقی پسند اہل قلم سے ان کا قریبی تعلق قائم ہوا۔

خدیجہ مستور نے اردو ادب کے دامن کو سنوارنے اور جذبوں کو نکھارنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی تحریروں میں انسانی نفسیات اور ان کے مشاہدات کی وجہ سے بڑی گہرائی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے معاشرے اور زندگی کے کئی اہم موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان کے کردار معاشرے کے حقیقی افراد اور چلتے پھرتے نظر آنے والے لوگ ہیں۔ ان کے بہت سے افسانوی مجموعے اور دو ناول ہیں۔ ناول آنگن پر انھیں پاکستان کا سب بڑا ادبی انعام آدم جی ایوارڈ بھی ملا۔ اس ناول میں خدیجہ مستور کا فن اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ آنگن اس دور کی سرگزشت ہے جب جنگ آزادی کی تحریک زوروں پر تھی ایسے میں دو قوتیں آزادی کی اس جنگ میں اپنے محاذ پر ڈٹی ہوئی تھیں۔ ایک کانگریس اور دوسری مسلم لیگ مسلمانوں میں کسی حد تک انتشار پیدا ہو گیا اور ایک ہی خاندان کے افراد میں سے کچھ کانگریس کے اور کچھ مسلم لیگ کے ہم نوا بن گئے۔ یہی سارا ماحول اور اثرات خدیجہ مستور نے اپنے ناول میں بڑی مہارت سے پیش کیے ہیں۔

۲۶ جولائی ۱۹۸۲ء کو خدیجہ مستور کا لاہور میں انتقال ہوا لیکن ان کا فن اور ان کی لافانی تخلیقات میں آج بھی زندہ ہے۔

تصانیف: کھیل، بوچھاڑ، چند روز اور تھکے ہارے اور ٹھنڈا میٹھا پانی ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔ جب کہ آنگن، اور زمین، ناول ہیں۔

مشق

ا۔ درج ذیل سوالات کے جواب دیں۔

الف۔ عالیہ کی اماں بڑے چچا سے کیوں متنفر تھیں؟

ب۔ تقسیم ہندوستان کے بعد کے حالات سے بڑے چچا کو کیا شکوہ تھا؟

ج۔ خدیجہ مستور نے آزادی کے اعلان کے بعد مسلمانوں کے حالات کس کامیابی کے ساتھ بیان کیے ہیں؟

د۔ مصنفہ کے مطابق بڑی چچی کا کردار کیوں قابل رحم تھا؟

و۔ بڑے چچا نے آزادی سے کیا کیا امیدیں باندھ رکھی تھیں؟

ہ۔ پاکستان بننے سے پہلے مسلمانوں کے دلوں میں کیا خدشات تھے؟

ز۔ اماں اور عالیہ کے پاکستان جانے پر باقی سب گھر والوں کا کیا ردِ عمل تھا؟

ء۔ مشرقی پنجاب میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ جملے کی وضاحت کریں۔

ی۔ سبق میں چچا کا کردار ایک حساس شخص کی عکاسی کرتا ہے آپ کو مصنفہ کی تحریر کے کس حصے سے یہ واضح ہوا؟ حوالے کے ساتھ وضاحت کریں۔

۲۔آپ کیا سمجھتے ہیں کہ قیامِ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کی پاکستان کے لیے ہجرت، مختلف خاندانوں پر کس طرح اثر انداز ہوئی؟ ناول 'آنگن' کے شامل نصاب حصے کا تعلق اس دور کی معاشرتی اور ذاتی زندگی کے ساتھ تعلق قائم کریں تاکہ واضح ہو سکے کہ آزادی کتنی بڑی نعمت ہے۔

۳۔دوست کے نام، دسویں جماعت میں کامیابی کے ایک تہنیت نامے کی عبارت تحریر کریں اور برقی (ای میل) تشکیل دے کر دوست کو ای میل کریں۔

۴۔اپنی سال گرہ کی تقریب میں دوستوں کو دعوت دینے کے لیے ایک دعوت نامہ تیار کریں جس میں درج ذیل باتوں کا ذکر ہو:

وقت:۵ بجے شام	تاریخ:۱۵اکتوبر ۲۰۲۳ء
دن:اتوار	مقام: مکان نمبر ۵، سٹریٹ نمبر ۱، اسلام آباد

۵۔حروف کی اقسام:

i۔حروفِ اضافت: ایسے حروف جو ایک اسم کا تعلق دوسرے اسم سے ظاہر کریں۔ مثلاً: کا، کی کے

ii۔حروفِ استفہام: ایسے حروف جو سوال پوچھنے کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: کیا، کون، کیوں

iii۔حروفِ بیان: ایسے حروف جو کسی وضاحت کے لیے استعمال کیے جائیں۔ استاد نے کہا کہ سب کھڑے ہو جاؤ۔ اس مثال میں ''کہ'' حرفِ بیان ہے۔

iv۔حروف جار: وہ حروف جو کسی اسم کو فعل سے ملاتے ہیں۔ مثلاً: کتاب پر رکھ دو۔ اس مثال میں ''پر'' حرف جار ہے۔ اسی طرح کو ''سے'' تک نے ساتھ وغیرہ حروفِ جار ہیں۔

iv۔حروفِ شرط: وہ حروف جو کسی شرط کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: اگر محنت کرو گے تو کامیابی ملے گی۔

اگر، اگرچہ، جب، جب تک، تاوقتیکہ، جوں ہی، حروف شرط ہیں۔

v۔حروفِ ندا: کسی کو پکارنے یا آواز دینے کے لیے استعمال ہونے والے حروف کو حروفِ ندا کہتے ہیں۔

مثلاً: یااللہ! اے، اے، اجی، او، ابے وغیرہ بھی حروفِ ندا ہیں۔

vi۔حروفِ تاسف: یہ حروف غم یا افسوس کے اظہار کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، افسوس، حیف، وائے، ہائے، اُف، ہے ہے حروف، تاسف ہیں۔

vii۔حروف تشبیہ: یہ حروف ایک شے کو دوسری شے کی طرح بتانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

مانند، مثل، طرح، سا، جیسا، بعینہٖ، حرف تشبیہ ہیں۔

vii۔حروفِ تحسین یا انبساط: کسی کی تعریف یا خوشی کے اظہار کے لیے بولے جانے والے حروف کو حروفِ تحسین یا حروفِ انبساط کہتے ہیں۔ مثلاً:

سبحان اللہ، شاباش، بہت خوب، واہ واہ، مرحبا، وغیرہ

viii حروفِ نفرین: نفرت یا ملامت کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والے حروف مثلاً: تُف، لعنت، پھٹکار، ہزار لعنت، اخ تھو وغیرہ

ix۔حروفِ تردید: وہ حروف جو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے موقع پر استعمال کیے جائیں۔

امیر ہو یا غریب، اچھا ہو کہ بُرا۔ خواہ سو جاؤ، خواہ کھیل لو، چاہے بیٹھ جاؤ، چاہے کھڑے رہو۔

ہو یا، ہو کہ، خواہ، چاہے حروفِ تردید ہیں۔

vi۔ حروفِ اضراب: ایک بات کو ترقی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ یا ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دینے کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف مثلاً: وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے بلکہ حرفِ اضراب ہے۔

vii۔ حروفِ تنبیہ: وہ حروف جو خبردار کرنے اور ڈرانے کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: خبردار، زنہار، دیکھنا، سنو وغیرہ

viii۔ حروفِ استعجاب: تعجب اور حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ اللہ اللہ۔ اللہ اکبر۔ حاشاکلا۔ اوہو وغیرہ

ix حروفِ قسم: وہ حروف جو قسم کھانے کے لیے استعمال ہوں جیسے: بہ خدا، واللہ، وغیرہ

x۔ حروفِ عطف: دو اسموں یا دو جملوں کو ملانے والے حروف۔ مثلاً: اور، و، نیز وغیرہ

xi۔ حروفِ علت: کسی وجہ یا سبب کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہونے والے حروف، کیوں کہ، چوں کہ، تاکہ، لہٰذا، اس لیے

xii۔ حروفِ تہنیت: کسی خوشی یا کامیابی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ مثلاً: مبارک باد، شاباش، بہت خوب

xiii۔ حروفِ تمنا: کسی تمنا، آرزو اور خواہش کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ مثلاً: کاش کہ، کاش، اے کاش

۶۔ درج ذیل عبارت کو درست املا کا خیال رکھتے ہوئے نظرِ ثانی (پروف ریڈنگ) کریں اور غلط الفاظ کا املا درست کریں۔

شبنم سے بھیگی ہوئی راط بڑی روشن ہو رہی تھی۔ چاند جیسے وست آسمان پر چمق رہا تھا اور روز کی طرح آج بھی قریب کی کسی چھط پر گراموفون ریکارڈ بج رہے تھے۔ "تیری گٹھری میں لاگا چور، مسافر جاگ ذرا"۔ وہ آہستہ آہستہ ٹہلنے لگی۔ کیسی اجیب سی حالت ہو رہی تھی، جیسے سوچنے سمجھنے کی ساری سلاحیت کسی نے چھین لی ہو۔ "کیا یہ میں ہوں؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا اور پھر اپنی آواز سن کر حیران رہ گئی۔۔۔۔۔

۷۔ علاماتِ اوقاف (استعجابیہ، استفہامیہ، تفصیلیہ، رابطہ، ترچھا خط، علامت شعر، علامت تخلص، علامت مصرع)۔

i۔ رابطہ: (:)

جملے یا عبارت میں وقفے سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے یہ علامت استعمال ہوتی ہے: مثلاً:

میری بات یاد رکھنا: محنت ہی کامیابی کی کنجی ہے

کیا خوب سودا نقد ہے: اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

Ii۔ تفصیلیہ (:-)

جملے یا عبارت میں کسی بات کی تفصیل بتانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً

ورزش کے فائدے درج ذیل ہیں:-

قائداعظم کا فرمان ہے:-

iii۔ سوالیہ یا استفہامیہ (؟)

جب کوئی بات پوچھنی یا کچھ دریافت کرنا مقصود ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً:

آپ کا نام کیا ہے؟ قائداعظم کس شہر میں پیدا ہوئے؟

iv۔ استعجابیہ (!)

حیرت یا حیرانی کے اظہار کے لیے یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً:

اوہ! ارے!

v۔ خطِ فاصل، ترچھا خط (/)

یہ علامت دفتری مراسلات کا حوالہ دینے کے لیے مختلف قسم کے بیانات، مسودات کے اندراجات میں متبادل اسما یا افعال کے درمیان لگائی جاتی ہے، مثلاً:

مسمی/مسماۃ، بن/بنت، اقرار کرتا ہوں/کرتی ہوں وغیرہ وغیرہ

vi۔ علامتِ مصرع، علامتِ شعر اور علامت تخلص:

شاعری لکھتے ہوئے جہاں کہیں ایک مصرع استعمال ہو وہاں علامت مصرع (ع)، جہاں پر شعر لکھا جائے وہاں علامت شعر (؎) اور جہاں شاعر اپنا شاعرانہ نام استعمال کرے اس کے اوپر علامت تخلص (ؔ) استعمال ہوتی ہے۔

۸۔ علاماتِ اوقاف (استعجابیہ، استفہامیہ، تفصیلیہ، رابطہ، ترچھا خط، علامت شعر، علامت تخلص، علامت مصرع) کے استعمال کی ایک ایک مثال لکھیں۔

سرگرمیاں

ا۔ "اور پاکستان بن گیا" کی ڈرامائی تشکیل کریں۔

۲۔ تحریک قیامِ پاکستان کے پس منظر اور پیش منظر کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ فلسطین، مسئلہ کشمیر اور آزادی کی جدوجہد کے چیدہ چیدہ مسائل کی نشان دہی کریں اور ان کے حل کی تجاویز اپنے دیگر طالب علم ساتھیوں کے سامنے پیش کریں اور ان کی رائے بھی لیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو مضمون نویسی کے مختلف انداز تحریر (بیانیہ، مدلل، بحثی، تفصیلی و تحقیقی اور تنقیدی) کے تصور کی وضاحت کریں۔
- طلبہ کو درخواست، رسمی و غیر رسمی خطوط، دعوت نامے، تہنیت نامے کی تحریری یا برقی (ای میل) کی تشکیل کرنے کی مشق کروائیں۔

www.ilmkidunya.com